

عقد نکاح میں مسئلہ کفایت کا قضیہ: شرعی و سماجی تناظر میں جائزہ
**Issue of Kafa'at (compatibility) in
 Marriage: A Study in Islamic and Social
 Perspectives**

محمد زبیرⁱⁱڈاکٹر کریم دادⁱ**Abstract**

(Kafaat) means similarity. In Islamic jurisprudence it refers to similarity in qualities and characteristics of male and female intending to exercise a marriage contract. This similarity refers to cast, profession, wealth and ethical values. Among the Islamic jurists a group gives priority to religious feature and moral values only whereas the majority accepts the legitimacy of the other properties as well. It is worth mentioning that the similarity is sought only from male side.

In modern age the issue of kafa,at is criticized for its particular social means but it does not mean that Kafaat is a mark of distinction for some tribes and disgrace for others. It has been experienced that whenever Kafaat in societies has ignored, dissolution of marriage has occurred.

However, those who take the issue of Kafaat aggressively giving it and show no flexibility in this regard are somehow following self made principles which has no place in Islamic teachings.

In this article we have focused on the various kinds of Kafaat with its impacts on social and domestic life. Especially the rigid attitude of some tribes with respect to Kafaat has been critically analyzed.

ⁱ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ⁱⁱ لیکچرار، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

عام طور پر اسلامی تعلیمات مسلمانوں کی آپس میں مساوات اور برابری کی ہیں کہ حسب و نسب، خاندانی شرافت، رنگ، پیشہ اور مال و دولت سے کسی کو کسی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں، بلکہ سب برابر ہیں جس کی طرف قرآن مجید کی اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ¹

"اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔"

نبی کریم ﷺ نے بھی لوگوں کو برابر مان کر انہیں حسب و نسب، پیشہ اور مال و دولت پر فخر کرنے سے منع فرمایا ہے²۔ جب کہ دوسری طرف نکاح کے معاملے میں ان چیزوں کا اعتبار کیا گیا ہے کہ ایک خاندانی، مالدار اور بہتر پیشہ کی حامل عورت کسی ایسے شخص کا لائق نہیں جو مفلس اور کمتر پیشہ و خاندان والا ہو۔ اسی سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان ایک طرف مساوات اور برابری کی باتیں کرتے ہیں جب کہ دوسری طرف اپنی معاشرتی زندگی میں خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ اس آرٹیکل میں یہی باتیں اس انداز سے ذکر کی گئی ہیں کہ جس سے یہ شبہات رفع ہو جائیں گی۔ بات یہ ہے کہ ایک اسلام کا نظریاتی پہلو ہے اور ایک معاشرتی و سماجی۔ اسلام کا یہ نظریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام مسلمان برابر ہیں۔ سب کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے گا، سب کو ان کے حقوق کے یکساں مواقع فراہم کئے جائیں گے اور سب کے لئے ایک جیسا قانون ہوگا۔ رہی بات نکاح کے معاملے میں کفایت اور عدم کفایت کی، تو اس بارے میں ائمہ فقہ کی رائے مختلف ہیں۔

بعض کے ہاں تمام مسلمان ایک دوسرے کے کُفُو (برابر) ہیں۔ جب کہ بعض کہتے ہیں کہ نکاح میں ان چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ اس کا تعلق معاشرے میں موجود فطری تنوع سے ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلم معاشرے کو پرامن، پرسکون اور متحد دیکھنا چاہتا ہے۔ معاشرہ چونکہ خاندان سے بنتا ہے اور نکاح اس کی بنیادی اکائی ہے۔ لہذا یہی سے ان باتوں کو بروئے کار لانے کا حکم دیا ہے کہ جن کی وجہ سے یہ تعلق (نکاح) دیرپا اور ثمر بار ہو، اور ان تمام امور سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے جن سے اس تعلق کی خرابی کا تھوڑا سا خدشہ بھی محسوس کیا جاتا ہو۔ چونکہ ہم پیشہ، ہم عمر اور ایک جیسے خاندان کے لوگوں کی عادات ایک جیسی ہوتی ہیں۔ جب کہ ان کے اختلاف کی صورت میں ان کے عادات و اطوار بھی مختلف ہوتے ہیں جن کے اثرات بعد میں میاں بیوی کی زندگی میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ جب کہ کبھی کبھار یہی اختلاف اس تعلق (نکاح) کے خاتمے پر منج ہوتا ہے جس سے مسلم معاشرے کا امن و سکون اور اتحاد و اتفاق برباد ہو جاتا ہے لہذا سماجی اور معاشرتی زندگی پر اچھے اثرات ڈالنے کی غرض سے جمہور علماء نے عقد نکاح میں کفایت (برابری) کو معتبر مانا ہے۔

کفایت کا تعارف

كَفَاءَةٌ كُفُوٌّ سے مصدر کا صیغہ ہے اور اس کا مطلب مطلق مساوات اور برابری کے ہیں۔ كُفُوٌّ یا كُفُوٌّ (بروزنِ فَعْلٌ اور فُعُولٌ) دونوں طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ كُفُوٌّ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی نسبت سے دوسرے کا ہم مثل اور ہم سر ہو³۔ لفظ "كُفُوٌّ" ہم سر اور ہم مثل کے معنی میں قرآن کی درج ذیل آیت میں بھی استعمال ہوا ہے:

وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ⁴ اور اللہ تعالیٰ کا کوئی ہم سر نہیں۔"

شریعت میں اس سے مراد کسی مرد کا عورت کے ساتھ نکاح کے معاملے میں خلقی یا اکتسابی اوصاف میں برابری ہے جس کی وجہ سے نکاح کے مقاصد یقینی اور ازدواجی تعلقات دیرپا ثابت ہوں⁵۔

کفایت کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کے بارے میں فقہاء کی آراء

وہ فقہاء جن کے نزدیک کفایت نکاح کے درست ہونے کے لئے مطلقاً شرط نہیں اور اس کے بغیر نکاح صحیح ہے۔ ان میں فقہ ظاہری کے سرخیل امام ابن حزم الظاہری⁶ اور فقہ حنفی کے امام کرنی⁷ شامل ہیں، ان کے دلائل یہ ہیں:

آیات قرآنیہ سے استشہاد

أ- اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ⁸ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہتر شخص وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔"

ب- اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ⁹ "مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔" چنانچہ بھائی ہونے کے ناطے سب برابر ہیں۔

ت- فَإِذَا كُفُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ¹⁰ پس نکاح کرو ان عورتوں کے ساتھ جو تمہارے لئے حلال ہیں۔"

یہاں بھی مطلق حلال عورتوں کا ذکر ہے جس میں کفایت کی کسی قید کا ذکر نہیں۔

سنتِ رسول سے استشہاد

أ- رسول اللہ ﷺ نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام سیدنا زید رضی اللہ عنہ سے کروایا تھا¹¹۔

ب- الْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاؤُهُمْ¹² "مسلمان آپس میں خون کے لحاظ سے برابر ہیں۔"

اس حدیث کی رو سے کسی معزز خاندان اور عام خاندان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

ت- رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمُ عِبِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعَاطَمَهَا بِأَبَائِهَا، فَالْتَّاسِ
رَجُلَانِ، بَرَّ تَقِي كَرِيمٍ عَلَى اللَّهِ، وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ هَيْنٌ عَلَى اللَّهِ، وَالنَّاسُ بَنُو آدَمَ، وَخَلَقَ اللَّهُ
آدَمَ مِنْ تُرَابٍ¹³.

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کا تکبر اور حسب و نسب پر فخر کرنا
ختم کر دیا ہے پس لوگ دو قسم کے ہوں گے: نیک اور پرہیزگار جو اللہ تعالیٰ
کے ہاں عزت مند ہیں اور فاسق و فاجر جن کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عزت
نہیں اور تمام انسان سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ
السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا تھا۔"

مذکورہ دلائل مطلق مساوات پر دلالت کرتی ہیں۔

جمہور علماء کی رائے ذکر کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ یہ واضح ہو جائے کہ
کفایت صحت نکاح کے لئے شرط ہے یا لزوم نکاح کے لئے؟

صحت نکاح

اس سے مراد یہ ہے کہ اس شرط کے بغیر نکاح درست نہیں اور ایسا نکاح

کالعدم تصور ہو۔

لزوم نکاح

اس کا مطلب یہ ہے کہ کفو کے بغیر فی نفسہ نکاح تو درست ہے تاہم حکم
نکاح کے نفاذ کے لئے بالغ لڑکی یا اولیاء کی اجازت ضروری ہے۔ اگر وہ اس نکاح
پر تحفظات رکھیں اور اس کی اجازت نہ دیں تو نکاح نافذ نہیں ہوگا اور عدالت کے
ذریعے اس نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں¹⁴۔

جمہور کی رائے کے مطابق کفایت لزوم نکاح کے لئے ضروری ہے یعنی
اگر شوہر بیوی کا ہم پلہ نہ ہو تو لڑکی یا اس کے اولیاء کو اس نکاح کے فسخ کا حق حاصل ہے۔

جمہور کے دلائل

دلیل اول:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ جَارِيَةَ بَكْرًا أَتَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ¹⁵.

"حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آکر کہنے لگی کہ میرے باپ نے میرا نکاح کیا ہے حالانکہ میں اس نکاح پر راضی نہیں ہوں۔ آپ ﷺ نے اس عورت کو اختیار دیا۔"

دلیل دوم: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ثَلَاثٌ لَا تُؤَخَّرُ: الصَّلَاةُ إِذَا أَتَتْ، وَالْحَنَازَةُ إِذَا حَضِرَتْ، وَالْأَيْمُ إِذَا وَحَدَتْ لَهَا كُفْفًا¹⁶. "تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، نماز جب اس کا وقت داخل ہو جائے، جنازہ جب حاضر ہو جائے اور بے نکاح عورت جب اس کو جوڑ کا رشتہ مل جائے۔"

دلیل سوم: سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہو گئیں تو انہوں نے اپنے خاوند (جو ایک آزاد شدہ غلام تھے) کے ساتھ نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہا (کیونکہ وہ اس کا کفو نہیں تھا)¹⁷۔

جمہور کی طرف مانعین کفایت کے دلائل کا جواب حسب ذیل انداز سے دیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فضیلت اور بزرگی کا معیار تقویٰ اور للہیت ہے تاہم انفرادی اوصاف و فضائل اور شخصی احوال میں ایک انسان کا دوسرے سے مختلف ہونا بھی ایک فطری امر اور مسلم حقیقت ہے جن میں بعض اوصاف جبلی (پیدائشی) اور بعض اکتسابی ہیں۔

پہلا جواب: بریرہؓ جب آزاد ہو گئیں تو انہوں نے اختیار عتق استعمال کرتے ہوئے اپنے خاوند مغیثؓ کے ساتھ نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہا کیوں کہ وہ اسے اپنا کفو نہیں سمجھتی تھی۔

تمام انسان آپس میں حق معیشت کے اعتبار سے برابر ہیں اور ہر انسان کا خون مقدس ہے اور اس بنا پر کسی کو دوسرے پر فضیلت حاصل نہیں، اس اصول کا اطلاق نکاح پر بھی ہوگا۔ کفایت فی النکاح کو کفایت فی الدماء پر قیاس کیا گیا ہے

جو قیاس مع الفارق ہے۔ حدیث کا منشا قتل ناحق اور خون ریزی جیسے گھناؤنے جرائم کی روک تھام اور لوگوں کی جان کا تحفظ ہے جو اس صورت میں ممکن ہے کہ شریف اور غیر شریف کا فرق ختم کیا جائے۔ رہا نکاح تو اس کا مقصد میاں بیوی کے درمیان ایک ایسا تعلق قائم کرنا ہے جو پائیداری ہونے کے ساتھ تمام انفرادی و سماجی مصالح اور فوائد کا ضامن ہو اور یہ تب ہو سکتا ہے جب میاں بیوی کے درمیان ہر اعتبار سے ہم آہنگی اور موافقت موجود ہو جس کو بالفاظ دیگر کفایت کہتے ہیں¹⁸۔

دوسرا جواب: حق معیشت میں سب مساوی ہیں اور ہر انسان کو جینے کا حق حاصل ہے تاہم درجات معیشت میں تفاوت بھی بدیہی ہے۔ چنانچہ تمام انسانوں میں مساوات کے باوجود مالی استطاعت میں ان کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ¹⁹

"اللہ تعالیٰ نے تم میں سے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔"

تیسرا جواب: اہل علم کا مرتبہ غیر اہل علم سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ²⁰ اللہ تعالیٰ تم میں سے

اہل ایمان اور اہل علم کو درجات کے لحاظ سے بلند فرماتے ہیں۔"

لہذا وصفِ علم کی بنیاد پر انسانوں میں فرق کو اسلام نے ملحوظ رکھا ہے۔

چوتھا جواب: حضرت طالوت کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے:

وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ²¹۔ "اللہ تعالیٰ نے اسے علم اور جسم (حوصلہ) میں

وسعت دی ہے۔"

کن چیزوں میں ہم رتبہ ہونا ضروری ہے؟ مختلف فقہی مکاتب فکر کا نقطہ نظر

احناف کا نقطہ نظر

ان کے ہاں دیانت، نسب، حریت، بسیار (مالداری) اور پیشہ میں کفالت معتبر مانا گیا ہے²²۔

شوافع کی رائے

ان کے نزدیک حریت، نسب، دیانت و صلاح، پیشہ اور اس کے ساتھ ان عیوب سے مرد کا سالم ہونا جو عورت کے لئے نکاح کو فسخ کرنے کا اختیار ثابت کرتے ہیں مثلاً جنون، جذام، برص کی بیماری اور معذوری وغیرہ²³۔

حنابلہ کا موقف

ان کی عام رائے بھی احناف کی طرح ہے²⁴۔

حافظ ابن قیم کی رائے

اگرچہ عام حنابلہ کی رائے ذکر کردی گئی تاہم حنابلہ میں سے علامہ ابن

قیم²⁵ نے قدرے فرق کے ساتھ اس رائے کا اظہار کیا ہے، کہتے ہیں:

وَلَمْ يَعْتَبِرِ الْقُرْآنُ وَالسُّنَّةُ فِي الْكِفَالَةِ أَمْرًا وَرَاءَ ذَلِكَ، فَإِنَّهُ حَرَّمَ عَلَى الْمُسْلِمَةِ نِكَاحَ الزَّانِي الْخَبِيثِ، وَلَمْ يَعْتَبِرِ نَسَبًا وَلَا صِنَاعَةً وَلَا غَيْبًا وَلَا حُرِّيَّةً، فَجُوزَ لِلْعَبْدِ الْقَنِّ نِكَاحَ الْحُرَّةِ النَّسَبِيَّةِ الْغَنِيَّةِ، إِذَا كَانَ عَفِيفًا مُسْلِمًا، وَجُوزَ لِعَبْدِ الْقُرَشِيِّينَ نِكَاحَ الْقُرَشِيَّاتِ، وَلِعَبْدِ الْهَاشِمِيِّينَ نِكَاحَ الْهَاشِمِيَّاتِ، وَلِلْفُقَرَاءِ نِكَاحَ الْمُوسِرَاتِ²⁶.

(کفالت میں اصل اور کامل، دین ہی ہے۔ مسلمان کا کافر کے ساتھ اور پاک دامن کا فاجر کے ساتھ نکاح درست نہیں ہونا چاہیے)۔ "قرآن و سنت میں اس سے ماوراء کوئی چیز معتبر نہیں مانا گیا ہے۔ پاک دامن عورت کا نکاح زانی خبیث کے ساتھ حرام ہے۔ ان کے ہاں نسب، مال، حریت وغیرہ کفو بننے کے لئے ضروری نہیں۔ کسی عقیف مسلمان غلام کا نکاح نسبی مالدار عورت کے ساتھ صحیح ہے، اسی طرح غیر قریشی مرد کا نکاح قریشی عورت کے ساتھ صحیح

ہے، غیر ہاشمی مرد کا ہاشمی عورت کے ساتھ اور فقیر مرد کا مالدار عورت کے ساتھ نکاح درست ہے۔"

مالکیہ کا موقف

کفایت دو چیزوں میں منحصر ہے۔ دین داری اور ان اعذار سے سلامتی جو عورت کو اختیار دینے کا موجب بنتے ہیں²⁷۔

ان مکاتب فکر کی آراء کا جائزہ لیا جائے تو ان کے اندر تنوع پایا جاتا ہے جس سے یہ استدلال کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ کفایت کا مسئلہ اجتہادی حیثیت رکھتا ہے اور فقہائے اسلام نے اپنے اجتہادات کی بنیاد پر کفایت کے شرائط کا تعین کیا ہے۔ ان کے اجتہادات کا محور قرآن و سنت کے ساتھ ساتھ دو ثانوی مآخذ (عرف و سد ذرائع) بھی ہیں۔ یعنی کفایت کا انحصار عرف و عادت اور لوگوں کے تعامل پر مبنی ہے جس میں دفع حرج، یسر اور آسانی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کفایت میں بھی یہی اصول کار فرما ہے جس طرح عرف میں مرور زمانہ سے تبدیلی ہو سکتی ہے اسی طرح کفایت کے مسئلہ میں بھی تبدیلی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح کفایت کے ضمن میں فقہائے اسلام نے جو کڑی شرطیں لگائی ہیں ان سے مقصود سد ذرائع یعنی ان اسباب کی روک تھام ہے جو نکاح کے مقدس رشتے کو توڑنے کا سبب بنتے ہیں اس لئے حفظ ما تقدم کے طور پر ان اصولوں کی رعایت ضروری قرار دے دی گئی۔ اگر ان اسباب کا خاتمہ کیا جائے تو پھر کفایت کے ان شرائط کی حیثیت (وہ سابقہ لزومی کیفیت) باقی نہیں رہے گی۔

ذیل میں ان اوصاف کی وضاحت کی جاتی ہے جن پر مسئلہ کفایت کی بنیادیں قائم

ہیں:

أ- دیانت

نکاح کے باب میں دین داری سب سے بنیادی خصلت ہے جو تقریباً تمام اہل علم کے نزدیک مسلم ہے۔ اس کی اساس وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

تُنكحُ المرأةُ لأربعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا. فَاطْفَرُ بَدَاتِ الدِّينِ تَرَبَّتْ بِدَاكٍ²⁸. "عورت کے ساتھ چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، حسب و نسب کی وجہ سے، حسن و جمال کی وجہ اور دین داری کی وجہ سے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، دین داری کو ترجیح دیں۔"

دین داری میں مرد و عورت کی برابری ضروری ہے، اگر ان میں سے ایک بھی دین داری کی صفت میں دوسرے کے برابر نہ ہوں تو ان کا ایک ساتھ چلنا مشکل اور ازدواجی رشتے کو بطریق احسن نبھانا متاثر ہو جائے گا۔ فسق و فجور میں مبتلا ہونا معاشرہ میں باعث عار و شرم سمجھا جاتا ہے، خصوصاً جب کسی کا فسق اعلانیہ ہو اور وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب رہا ہو تو اس صورت میں وہ کسی پاک باز عورت کا کفو نہیں بن سکتا یا عورت ہونے کی صورت میں مرد کا کفو نہیں ہو سکتی۔ اگر صالح اور عقیف عورت نے اپنا نکاح ایک ایسے شخص سے کیا جو فاسق ہو تو ایک اسلامی معاشرے میں اولیاء کو اس نکاح کے فسخ کا اختیار حاصل ہے۔ اسی طرح اولیاء نے کسی لڑکی کا عقد ایک ایسے اعلانیہ فاسق شخص سے کروایا تو عورت کو خیار حاصل ہے کہ اس نکاح کو کالعدم قرار دے۔

یہ بات ملحوظ نظر رہے کہ کسی کا فسق میں مبتلا ہونا نکاح کے وقت کفایت سے مانع ہے، اگر بوقت عقد وہ صالح اور نیک تھا لیکن بعد میں گناہ کا عادی بن گیا تو ایسی صورت میں فسخ نکاح کا اختیار عورت یا اس کے اولیاء کو نہیں رہے گا۔

سورة النور میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرْمٌ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ²⁹.

"زناکار مرد زناکار عورت یا مشرک عورت کے ساتھ نکاح کرتا ہے۔ اسی طرح زانیہ عورت کے ساتھ زناکار یا مشرک مرد ہی نکاح کرتا ہے اور یہ مومنوں پر حرام ہے۔" تفسیر مدارک التنزیل میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ لوگوں کی عادت یہ رہی ہے کہ خبیث اور بدکار لوگوں کی نکاح میں رغبت ان عورتوں کی طرف ہوتی ہیں جن کی فطرت میں خباثت بھری ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ذکر ہے:

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ³⁰ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہوتی ہیں۔"

ب- نسب

بعض اوقات نسب اور خاندان میں عدم برابری نکاح کے بندھن توڑنے کا سبب بن جاتی ہے۔ اس نقصان سے بچنے کے لئے فقہاء نے نسب میں مساوات کو معتبر ٹھہرایا ہے۔ جمہور اپنے استدلال میں وہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

الْعَرَبُ أَكْفَاءُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا حَائِكًا أَوْ حَجَّامًا³¹ "عرب آپس میں برابر ہیں ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا ہم مرتبہ ہے، ایک شخص دوسرے کے برابر ہے۔ موالی (آزاد غلام) آپس میں ہم مرتبہ ہیں مگر جو لاہا اور حجام (جو سیکنگی لگاتا ہو) یہ عرب کے کفو نہیں۔"

روایت پر تبصرہ

ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث سنن بیہقی نے روایت کیا ہے لیکن اس کے مؤلف خود فرماتے ہیں کہ یہ روایت منقطع (ضعیف) ہے جس سے استدلال درست نہیں³²۔ اسی طرح نصب الراية فی تخریج احادیث الہدایہ میں بھی اس روایت کو کمزور بتایا گیا ہے³³ چنانچہ حافظ ابن حجر³⁴ فرماتے ہیں: اس کی اصل نہیں³⁵۔ نیز حدیث کے آخر میں استثناء ذکر ہے کہ تمام لوگ آپس میں برابر ہیں مگر جو لاہا اور حجام عرب کے ہم مرتبہ نہیں حالانکہ آپ علیہ السلام کا فعل اور صحابہ کرام کا درج ذیل تعامل اس کا متضاد منظر پیش کرتا ہے:

مثال اول: ابو ہند ایک حجام تھا جو عرب کے ایک معزز قبیلہ بنو بیاضہ کا غلام تھا۔ ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بنو بیاضہ کو حکم دیا تھا کہ:

يَا بَنِي بَيَاضَةَ اُنْكِحُوا اَبَا هِنْدٍ وَاُنْكِحُوا اِلَيْهِ³⁶ "اے قبیلہ بنو بیاضہ! ابو ہند کو رشتہ دے دیں۔"

مثال دوم: بلال رضی اللہ عنہ³⁷ جو ایک آزاد کردہ غلام تھے کے ساتھ مشہور صحابی سیدنا عبدالرحمن بن عوف³⁸ کی بیٹی کا نکاح ہوا تھا³⁹۔

زوجین کے درمیان نسب میں برابری کا معاصر ناقدانہ جائزہ

نسب میں برابری سے مقصود نکاح کے رشتے کو دوام بخشا ہے فقہاء کا مطمح نظر نہ حسب و نسب پر فخر و افتخار کے سفلی جذبات کو فروغ دینا ہے اور نہ اسلام کے افاتی درس مساوات کو نظر انداز کرنا ہے۔ نسبی وجاہت پر اترانا نسلی اور قبائلی عصبیت کو ہوا دیتا ہے جس سے اخوت و محبت اور اتحاد و اتفاق کی فضا نفرت و عداوت اور آپس کی نااتفاق میں بدل سکتی ہے جس کا اسلام کبھی روادار نہیں رہا۔ چوں کہ عرف و عادت میں اس کا لحاظ نہ رکھنے سے ان گنت عائلی مسائل پیش آسکتے ہیں اس لئے فقہاء نے اس کو لزوم نکاح میں معتبر ٹھہرایا۔ اگر عرف میں حسب و نسب کا امتیاز باقی نہ رہے تو پھر اس کی حیثیت وہ نہ رہے گی۔

فی زمانہ بعض خاندان نکاح کے سلسلہ میں حسب و نسب کے حوالے سے انتہا پسندانہ عزائم کا شکار نظر آتے ہیں کہ خاندانی شرافت کو اتنی اہمیت دے ڈالتے ہیں کہ اپنے خاندان کے علاوہ کسی دوسرے خاندان میں رشتے کا لین دین ہی اپنے لئے باعث ہتک سمجھتے ہیں۔

اگر قرآن و سنت کے مجموعی روح اور فقہائے امت کے موقف کا تحقیقی نظر سے جائزہ لیا جائے تو اس کا انتہاء پسندانہ اور بے لچک رویہ درج ذیل وجوہ سے غلط معلوم ہوتا ہے:

• نسب میں برابری مقصود بالذات نہیں بلکہ نکاح کے رشتے کو تقویت

- دینے کے لئے ہے اور یہاں اس مقصد سے پہلو تہی دکھائی دیتی ہے۔
- اس طرح کا غیر لچک دار رویہ احساس برتری کو تقویت دیتا ہے جس سے خاندانوں کے مابین بُعْد بڑھتا ہے اور ذات پات اور اونچ نیچ کی ایک غیر فطری اور غیر متوازن خلیج پیدا ہوتی ہے جو اسلام کے نظام معاشرت و اخوت کو سبوتاژ کر دیتا ہے جس کا مشاہدہ ہم آئے دن کرتے ہیں۔
 - بالغ افراد کے شرعی اور قانونی اختیارات استعمال کرنے پر خود ساختہ پابندی نظر آتی ہے جس سے ان گنت پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہیں۔
 - ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ خاندان والوں کی جانب سے رشتے کا مطالبہ نہیں آتا اور باہر کا رشتہ منظور نہیں کیا جاتا تو اکثر عورتیں رشتے کے انتظار میں ساری عمر کھپا دیتی ہیں جو یقیناً ان عورتوں کا جذباتی استحصال اور ایک غیر انسانی رویہ ہے۔
 - طبی نقطہ نظر سے بھی ان اصولوں پر کاربند رہنا مفید ثابت نہیں ہوتا کہ بہتر اور صحت مند نسل کی افزائش کے لیے خاندان کی تبدیلی مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

ت- حریت

آزادی صحت نکاح میں مانع نہیں کہ غلام کا نکاح آزاد عورت کے ساتھ ہو سکتا ہے لیکن یہ صرف نکاح کے لزوم کے لئے شرط ہے کہ بعض اوقات یہ تفاوت مصالحِ نکاح کے حصول میں مانع بن جاتی ہے۔ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو جب آزادی مل گئی تو پچھلے خاوند کے ساتھ نکاح کو برقرار رکھنے کی رسول اللہ ﷺ نے سفارش کی اور فرمایا: لَوْ رَاجَعْتِيهِ (اگر آپ اپنے خاوند کی طرف رجوع کر لیں) تاہم اس سفارش کو سیدہ بریدہؓ نے قبول نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حریت صحت نکاح کے لئے شرط نہیں۔

ث- مال داری

مال اگر چہ ایک زائل ہونے والی چیز ہے اور پھر کسی کے پاس فراوانی کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مال دار اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی مقرب بندہ ہے کیونکہ فساق کے پاس بھی ڈھیروں سارا مال ہو سکتا ہے تاہم اس کو دنیوی معاملات نمٹانے کا ایک خداوندی عطیہ ضرور قرار دیا ہے۔ نکاح ایک ایسا معاملہ ہے جس میں مرد اپنی منکوحہ کے جملہ مالی اخراجات کا بوجھ اٹھانے کا ایک عہد کرتا ہے لہذا مرد کے پاس بوقت نکاح اتنا مال و اسباب موجود ہونا ضروری ہے جس سے باسانی نکاح کے مصارف (مہر، گھریلو اخراجات اور رہائش وغیرہ) عورت کی حیثیت کے مطابق پورے ہو سکیں۔ اگر ان ضروریات کے پورا کرنے سے مرد قاصر رہا تو عورت کے حقوق ضائع ہوں گے چنانچہ ایسی حالت میں عورت نکاح فسخ کرنے کا مطالبہ کر سکتی ہے۔

ج- حرفت

اس سے مراد پیشے اور کسب میں برابری ہے۔ حرفت عرف پر مبنی اکتسابی وصف ہے۔ ایک انسان کوئی بھی پیشہ یا ہنر اختیار کر سکتا ہے اسی طرح ایک پیشہ کو ایک زمانے میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جب کہ دوسرے زمانے میں شاید اس کی وہی حیثیت باقی نہ رہے اور لوگ اس کو اہمیت نہ دیں۔

ح- ذات، نسب اور پیشہ میں فرق

بعض لوگ ذات (اصل) نسب اور پیشہ میں فرق نہیں کرتے اور جو کسی کا کسب یا پیشہ ہوتا ہے اسے اس کی ذات یا اصل سے منسلک کرتے ہیں حالانکہ یہ طرز فکر حقائق کے خلاف ہے۔

ذات اور اصل کا معنی ایک ہی ہے۔ ذات (اصل) کے اعتبار سے تمام بنی نوع انسان سیدنا آدم اور حواء علیہما السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

حَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً⁴⁰.

" تمہیں ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔"

سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے مختلف برادریوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا۔ علاقائی اور جغرافیائی اختلاف کی وجہ سے ان کا رنگ، زبان، جسمانی قد و قامت، طبعی اوصاف اور ترجیحات میں فرق نمایاں رہا۔ مشرق اور مغرب کے رہنے والوں میں طبعی تنوع قائم رہا۔ برادریوں اور قبیلوں سے خاندانی نظام نے جنم لیا اور مخصوص نام سے اس خاندان کی شناخت ہونے لگی۔ یہ خاندانی نام یا تو کسی بڑے بزرگ کی طرف منسوب کیا گیا، یا پھر کسی ایسی خصوصیت (پیشہ وغیرہ) کی جانب جو اس خاندان کی امتیاز تھی اور اس طرح خاندان در خاندان وہ پیشہ ہی ثقافت کے لیے خاندان کا عنوان بن گیا۔

پیشہ معاش اور روزی کمانے کے لئے اختیار کردہ وہ جائز ذریعہ ہے جو انسانوں کے مابین مختلف شکلوں میں متعارف ایک قدر مشترک کے طور پر معاشرتی اور سماجی ضرورت بنا چلا آ رہا ہے۔ اس کا سلسلہ سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر تا اس دم جاری ہے۔ پیشوں میں روز افزوں وسعت آرہی ہے اور کسی نہ کسی شعبے کو اختیار کرنا معاشی استحکام اور معاشرتی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ انسانوں کے مصالح اور ضروریات ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور تنہا کوئی انسان اپنی ساری ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا۔

ابتداء آفرینش سے جتنے پیشے متعارف رہے ہیں ان کے پیش نظر سماجی خدمت رہی، چنانچہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ انبیائے عظام علیہم السلام جیسی برگزیدہ ہستیوں نے بھی اپنی روزی کے لیے کوئی نہ کوئی جائز پیشہ اختیار کیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ⁴¹

پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور عمل نیک کرو۔ جو عمل تم کرتے ہو میں ان سے واقف ہوں۔"

اور رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بہترین روزی وہ ہے جو اپنے ہاتھوں کی کمائی سے ہو اور داؤد علیہ السلام (اللہ تعالیٰ کے نبی ہونے کے ساتھ) اپنے ہاتھوں کی روزی کھاتے تھے⁴²۔ پیشہ میں

برابری کو بھی لزوم نکاح کے لئے شرط مانا گیا جس کے پیش نظر مصالحو کا حصول ہے۔
نتائج

جمہور فقہاء کے نزدیک صرف نکاح کو پائیداری بنیادوں پر باقی رکھنے اور اس کے مصالحو یقینی بنانے کے پیش نظر کفایت کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یہ ایک عرفی اور معاشرتی امر ہے جس میں مختلف امور کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ بعض گھرانے کفایت کے حوالے سے بے چلک رویہ اپنائے ہوئے ہیں جن کے محاسن کم اور نقصانات زیادہ ہیں۔ دین میں کفایت سب سے مقدم ہے تاہم اگر دوسری خصوصیات بھی موجود ہوں تو احسن بات ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- 1 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۳
- 2 ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، کتاب التفسیر (۴۸) سورۃ الحجرات (۴۹) حدیث (۳۲۷۰)
- 3 محمد بن مکرم بن منظور الافریقی، لسان العرب ۱: ۱۳۹ بذیل مادہ (کفا) دار صادر بیروت، (س-ن)
- 4 سورۃ الاخلاص ۱۱۲: ۴
- 5 علی بن محمد الجرجانی، التعریفات ۱: ۲۳۷ دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ۔۔ اشرف علی تھانوی، کشف اصطلاحات الفنون ۲: ۵۷۹، مکتبہ لبنان، بیروت، ۱۹۹۶ء
- 6 علی بن محمد بن سعید الظاہری ابو محمد (۳۸۳- ۴۵۶ھ / ۹۹۴- ۱۰۶۴ء) قرطبہ (اندلس) میں پیدا ہوئے۔ فقہ ظاہری کے امام ہیں۔ باپ کی طرف سے وزارت ملی تھی تاہم اس کو چھوڑ کر حصول علم اور تالیف و تصنیف کی جانب متوجہ ہوئے اور اس میں مجتہدانہ حیثیت حاصل کی۔ اپنے مخصوص انداز فکر اور منفرد موقف کی بنا پر علاقہ بدر کئے گئے اور اندلس کے ایک دیہاتی علاقے میں رہ کر وہیں وفات پا گئے۔ آپ کی تصانیف میں الملل والنحل، المحلی، جمسرة الانساب اور جوامع السیرة بہت مشہور ہیں۔ (حافظ شمس الدین الذہبی، سیر اعلام النبلاء ۱۸: ۱۸۳، مؤسسہ الرسالہ بیروت، ۱۴۰۵ھ۔۔ خیر الدین زرکلی، الاعلام ۴: ۲۵۴، دار العلم للملایین بیروت ۲۰۰۲ء)
- 7 الکاسانی، علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۶: ۱۰۸، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء
- 8 سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۳

- 9 سورة الحجرات ۴۹: ۱۰
- 10 سورة النساء ۴: ۳
- 11 الاصابہ فی تمييز الصحابة، حافظ ابن حجر العسقلانی ۲: ۶۰۰، دارالجمیل بیروت ۱۴۱۲ء
- 12 ابوداؤد سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، کتاب الجهاد (۱۵) باب فی السریة ترد علی العسکر (۱۵۹) حدیث (۲۷۵۳)
- 13 سنن الترمذی، کتاب التفسیر (۴۸) سورة الحجرات (۴۹) حدیث (۳۲۷۰)
- 14 بدائع الصنائع ۶: ۱۱۱
- 15 سنن ابی داؤد، کتاب النکاح (۱۱) باب البکر اذا زوجها (۲۵) حدیث (۲۰۹۸)
- 16 سنن ترمذی، کتاب الصلاة (۲) باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل (۱۵) حدیث (۱۷۱)
- 17 صحیح البخاری، محمد بن اسماعیل بخاری، کتاب الطلاق (۷۲) باب شفاعة النبی ﷺ (۱۵) حدیث (۵۲۸۳)
- 18 الزحیلی، وسبہ بن مصطفی، الفقه الاسلامی وادلته ۹: ۲۱۸، دارالفکر، سوریه، دمشق، (س-ن)
- 19 سورة النحل ۱۶: ۷۱
- 20 سورة الحج والجنه ۵۸: ۱۱
- 21 سورة البقرة ۲: ۲۴۷
- 22 بدائع الصنائع ۶: ۱۱۳
- 23 علامہ ماوردی، الحاوی الکبیر ۹: ۲۵۱، دارالفکر بیروت سن ندارد
- 24 المغنی، ابن قدامہ ۷: ۳۷۴، دارالفکر بیروت ۱۴۰۵ء
- 25 محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد شمس الدین، ابو عبد اللہ (۶۹۱-۷۵۱ھ/۱۲۹۲-۱۳۵۰ء) دمشق میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابن تیمیہ کے شاگرد تھے۔ فقہ حنبلی کے مجددین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ علم، استغناء اور حسن خلق میں مثال تھے۔ ہر موضوع پر قلم اٹھایا اور متعدد مفید کتب تحریر کئے جن میں زاد المعاد، اعلام الموقعین، اغاثن اللغیان، شفاء العلیل اور تفسیر ابن قیم زیادہ مشہور ہیں۔ (الثوکانی، محمد بن علی، الہدیر الطالع بما حسن من بعد القرن السابع ۲: ۱۳۷-۱۳۸۔ الاعلام ۶: ۵۶)
- 26 زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ابن قیم ۵: ۱۵۹، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۱۵ء
- 27 مختصر العلامۃ خلیل فی العبادات، خلیل بن اسحاق ۱: ۹۹، دار الحدیث القاہرہ، ۲۰۰۵ء
- 28 صحیح بخاری، کتاب النکاح (۷۱) باب الاکفاء فی الدین (۱۶) حدیث (۵۰۹۰)
- 29 سورة النور ۲۴: ۲
- 30 سورة النور ۲۴: ۲۵

- 31 سنن الکبریٰ، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی ۷: ۱۳۴، حدیث (۱۴۱۴۴) مجلس دائرة المعارف النظامیہ، ہند ۱۳۴۴ء
- 32 نفس مصدر
- 33 نصب الراية لاحادیث الہدایہ ۳: ۱۹۷۔۔ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزلیعی ۳: ۱۹۷، مؤسسۃ الریان للطباعة والنشر، ۱۹۹۷ء
- 34 احمد بن علی بن حجر العسقلانی، ابوالفضل، شہاب الدین ابن حجر (۳۳۳-۷۸۵۲ھ/ ۱۳۷۲-۱۴۴۹ء) علم حدیث اور فن تاریخ کے امام تھے۔ عسقلان (فلسطین) میں پیدا ہوئے اور مصر میں وفات پا گئے۔ علمی رسوخ اور مہارت کی وجہ سے مرجع خلایق تھے۔ خاتمۃ الحفاظ کے نام سے مشہور تھے۔ آپ نے بہت مفید تصانیف چھوڑیں۔ (المہرر الطالع: ۱: ۸۱۔۔۔ الاعلام: ۱: ۱۷۸)
- 35 تلخیص الجبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ۳: ۱۶۲، دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور پاکستان، (س۔ن)
- 36 سنن ابی داؤد، کتاب النکاح (۱۲) باب فی الاکفاء (۲۷) حدیث (۲۰۱۴)
- 37 بلال بن رباح الحبشی ابو عبداللہ رضی اللہ عنہ، مؤذن رسول اللہ ﷺ میں مشہور صحابی اور آپ ﷺ کے معتد خاس تھے۔ سابقین اولین میں سے ہیں اور اسلام کی خاطر بے پناہ قربانیاں پیش کیں۔ ہر جگہ آپ ﷺ کی رفاقت اختیار کی۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد دمشق تشریف لے گئے اور وہیں ۲۰ھ کو وفات پا گئے۔ صحیحین میں آپ سے ۴۴ احادیث مروی ہیں۔ (الاصابہ فی تمییز الصحابة ۱: ۳۲۶۔۔۔ الاعلام: ۲: ۷۳)
- 38 عبدالرحمن بن عوف الزہری القریشی ابو محمد رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں شامل جلیل القدر صحابی رسول ﷺ ہیں۔ جنگ بدر سمیت اکثر معرکوں میں شریک رہے۔ تجارت پیشہ تھے۔ اپنی ساری دولت اسلام اور مسلمانوں کی فلاح اور غلاموں کی آزادی پر خرچ کی۔ جو دو سخا اور زہد و تقویٰ میں مثال تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شوری کے رکن تھے۔ ۳۲ھ کو مدینہ میں وفات پائی۔ (الاصابہ ۴: ۳۲۶۔۔۔ الاعلام: ۳: ۳۲۱)
- 39 ابی الحسن علی بن عمر دار قطنی، سنن دار قطنی ۴: ۴۶۲، حدیث (۴۷۹۷)، مؤسسۃ الرسالہ، (س۔ن)
- 40 سورة النساء: ۴: ۱
- 41 سورة النور: ۲۴: ۵۱
- 42 صحیح بخاری، کتاب البیوع باب کسب الرجل و عمل بیدہ حدیث ۲۰۷۷